کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے جناب رنزوفریٹینی نے اس بات پر زور دیا کہ ایک ایسی دُنیا کے لیے تگ و دو کی جانی چاہیے جس میں امن و امان، اتحاد و یک جہتی اور تحمل و بردباری کا دور دورہ ہو۔ یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے جب تمام لوگ لسانی، علاقائی، نسلی اور مذہبی تعصبات سے بالاتر ہوں۔

جناب فریٹینی نے جمہوری اقدار اور انسانی حقوق کے تحفظ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ "آئیے! ہم اپنے بچوں کو ایسا مستقبل دینے کی کوشش کریں جِس میں جنگ و جدل ہو نہ کشمکش، نفرت ہو اور نہ طبقاتی اونچ نیچ۔"

سکول کے اساتذہ سے اُنھوں نے اپیل کی کہ طلبہ کو اخلاقی تعلیمات سے آراستہ کریں۔ طلبہ کے دلوں میں محبت، اخوّت، رحم دلی اور انسانی اقدار پیدا کرنا اُتنا ہی ضروری ہے جتنا اُنہیں فنی اور دُنیوی علوم کی تعلیم دینا ہے۔ مدارس ایسے ادارے ہیں جہاں سچائی، تحمل و برداشت اور محبت کی تعلیم دی جائے۔ (روز نامہ "ڈان"، کراچی - ۱۶ دسمبر ۱۹۹۵ء)

یورپ

بلغاریہ: خانہ بدوش آبادی میں ترویجِ مسیحیت کی جدوجہد اور اسلام سے خوف

بلغاریہ کا شمار یورپ کے غریب ترین علاقوں میں ہوتا ہے۔ ملک کی کل آبادی ۹۰ لاکھ ہے جس کا تقریباً دس فی صد خانہ بدوش لوگوں پر مشتمل ہے۔ خانہ بدوش اقتصادی اور سماجی اعتبار سے معاشرے کے غریب ترین، پس ماندہ اور نچلے طبقے کے لوگ ہیں۔ مقامی زبان میں اُنھیں سِگانی (Tsigani) کہا جاتا ہے جِس کا مفہوم ہے "اچھوت"۔ یہ لوگ زیادہ تر بڑے شہروں کے باہر غلیظ اور خودرو بستیوں میں رہتے ہیں۔ اپنے آباء و اجداد کا تعلق برصغیر پاکستان و ہند سے جوڑتے ہیں اور صدیوں سے اپنے معاشرے میں امتیازی سلوک کا شکار ہیں۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں انہیں قتلِ عام کے سانحے سے گزرنا پڑا جِس میں کم و بیش پانچ لاکھ خانہ بدوش موت کے گھاٹ اتار دیے گئے تھے۔

بلغاریہ کے خانہ بدوشوں میں سے کوئی لاکھ ڈیڑھ مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کی کل آبادی کا اندازہ دس سے پندرہ لاکھ کے درمیان ہے۔ مسلمانوں کی غالب اکثریت یعنی دو تہائی نسلاً ترک ہے۔ بلغارین زبان بولنے والے مسلمانوں کی تعداد جنہیں پومک کہا جاتا ہے، اچھی خاصی ہے۔ اِن کے علاوہ تاتار مسلمانوں کی مختصر سی کمیونٹی ہے جن کے آباء و اجداد روس کے علاقے وولگا سے یہاں آئے تھے۔

سابق سوویت یونین کی ٹوٹ پھوٹ اور مشرقی یورپ میں آنے والی تبدیلیوں کے بعد اِس خطّے

کے تمام ممالک مسیحی مبشّرین کے لیے ایک نئے میدان کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ مقامی کلیسیاؤں کے پہلو بہ پہلو ریاست ہائے متحدہ امریکہ، کینیڈا اور مغربی یورپ کے مسیحی تبشیری ادارے اپنے روایتی ذرائع سے کام لیتے ہوئے ترویجِ مسیحیّت کے لیے کوشاں ہیں۔ "ورلڈ وژن" کے نائب صدر جناب سام کیملسن وسطی یورپ میں تعینات ہیں۔ اُنہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ "بلغاریہ کا چرچ بحیثیّتِ مجموعی اب بھی یہ سمجھتا ہے کہ خانہ بدوشوں میں کام کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔" چرچ رہنما جو خانہ بدوشوں کے درمیان کام کر رہے ہیں، خانہ بدوشوں کی جذباتیت اور کوئی پائیدار تبدیلی قبول نہ کرنے پر اُن سے نالاں ہیں، تاہم "کرسچنٹی ٹوڈے" کی رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء تک دس ہزار خانہ بدوشوں نے مسیحیّت اختیار کر لی ہے۔ خانہ بدوشوں کے درمیان ترویجِ مسیحیّت میں کامیابی اِس قدر حوصلہ افزا ہے کہ "ورلڈ وژن" نے ۱۹۹۴ء میں بخارسٹ (رومانیہ) میں ایک سہ روزہ کانفرنس منعقد کی اور مقامی سطح پر قیادت کی تربیّت کے پروگراموں کا آغاز کیا گیا۔

صوفیہ کے "چرچ آف گاڈ" کے پاسٹر پاول اگنا توف خانہ بدوشوں کے درمیان کام کر رہے ہیں اور اُنہیں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ صوفیہ سے باہر ایک گاؤں ساموکوف میں خانہ بدوشوں کی آبادی ہے۔ اگنا توف نے ایک خانہ بدوش پاسٹر کو اُن کے درمیان کام کرنے کی ذمہ داری سونپی اور دیکھتے ہی دیکھتے چرچ میں باقاعدگی سے آنے والوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ اگنا توف کہتے ہیں کہ "ہم خانہ بدوشوں کے ساتھ دوسرے درجے کے شہریوں جیسا سلوک نہیں کرتے۔ ہم اُن کے گھروں میں جاتے ہیں، اُن کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے ہیں، اُنہیں عزت دیتے ہیں اور اُن سے مشورہ لیتے ہیں۔ اگر انہیں قدامت پسند کلیسیاؤں کا سخت گیر ماحول دیا گیا تو یہ زیادہ عرصہ مسیحی نہ رہیں گے۔ میں اُنہیں گانے، ناچنے اور چرچ میں آنے جانے کی کھلی اجازت دیتا ہوں۔ اُن کا ایمان بچوں جیسا ہے، اِس لیے میں اُنہیں بچوں کی طرح مذہب کی تلقین کرتا ہوں۔ اِس کے ساتھ ہی چرچ آف گاڈ اُنہیں لکھنے پڑھنے اور ذرائع معاش کی تلاش میں مدد دیتا ہے۔"

"کرسچنٹی ٹوڈے" کے نامہ نگار کے مطابق ترویجِ مسیحیّت میں کامیابیاں اپنی جگہ، مگر خانہ بدوشوں میں ترویجِ مسیحیّت کی نوزائیدہ تحریک کے مذہبی حریف بھی ہیں۔ بلغاریہ کی جنوب مشرقی سرحد کے ساتھ ترکی ہے اور بلغاریہ میں دس لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ پاول اگنا توف نے کہا کہ "اگر مسیحیّوں نے خانہ بدوشوں میں کام نہ کیا تو مسلمان کریں گے اور اسلام یہاں غریب لوگوں میں پھیل رہا ہے۔ موجودہ ماحول میں کلیسیا کی نشوونما میں مردوں کا کردار بنیادی ہے۔ مسیحی چرچ عورتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ جب ایک غریب مرد اپنے کنبے کی کفالت نہیں کر سکتا تو وہ مسجد میں جا نکلتا ہے اور اِسے مردانہ کام سمجھتا ہے۔ غریب لوگوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے ہمیں مردوں کو لازماً شریک کرنا ہو گا۔"

جناب پاول اگناتوف کو مسیحیت کے پھیلنے پر یقین ہے، مگر وہ اسلام کی پیش رفت کو طویل المیعاد خطرہ خیال کرتے ہیں۔

ویٹی کن: "پاکستان کو مذہبی امتیاز برتنے سے بچنا چاہیے۔" --- پوپ جان پال دوم

ویٹی کن میں متعین پاکستانی سفیر کو خطاب کرتے ہوئے پوپ جان پال دوم نے کہا کہ پاکستان جیسے نمایاں مسلم ملک کو اپنی کشادہ دلی کی روایت قائم رکھنا چاہیے اور مذہبی بنیاد پر امتیاز برتنے سے بچنا چاہیے۔ پوپ کا ۱۶ نومبر ۱۹۹۵ء کا یہ تبصرہ مسیحیوں کے خلاف اُن حالیہ مقدّمات کے بعد سامنے آیا ہے جن میں ماخوذ مسیحیوں کو قانون توہینِ رسالت کے تحت سزائے موت دی گئی تھی، جو بعد میں ختم کر دی گئی۔

پوپ نے کہا کہ مذہبی آزادی ایک ایسا حق ہے اور "اس قدر بنیادی ہے کہ یہ شہری حقوق سے پہلے آتا ہے۔ اس لیے حکّام کا فرض ہے کہ وہ اس کا دفاع کریں اور اس کی ضمانت دیں۔" اُنھوں نے کہا کہ پاکستان میں کشادہ دلی اور اختلاف رائے کے احترام کی جو روایت ہے، اِسے قائم رہنا چاہیے تاکہ غیر منصفانہ جانب داری اور امتیازی سلوک سے بچا جا سکے جِس میں مذہبی بنیادوں پر امتیازی رویّے بھی شامل ہیں۔"

پوپ جان پال دوم نے پاکستانی سفیر کو یاد دلایا کہ پاکستان نے اُن اعلانات پر دستخط کیے ہیں جو مذہبی آزادی کے لیے کیے گئے ہیں۔ ملک کی مسیحی اقلیت کو آزادیٔ مذہب حاصل ہونا چاہیے۔ "جب بھی عوامی رویّے یا قانونی نظام مسیحیوں کو تحفظ دینے میں ناکام ہوتا ہے تو مسیحی برادری کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔" جب کہ پوپ کے بقول، پاکستان کے کیتھولک مسیحیوں نے "وفاداری کے ساتھ مؤثر طور پر" اپنے وطن کی خدمت کی ہے۔ پاکستان کو بنیادی آزادیوں اور جمہوری آدرشوں کے راستے سے کبھی نہ ہٹنا چاہیے۔---

پاکستانی سفیر جناب ضیاء اصفہانی نے کہا کہ ملک کے تقریباً ساٹھ لاکھ [کذا] مسیحیوں کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان کے اچھے تعلقات ہیں۔ انھوں نے قانون توہینِ رسالت کے تحت دائرہ شدہ مقدمات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (رپورٹ: دی کرسچن وائس، کراچی - ۱۰ دسمبر ۱۹۹۵ء)